

## دین و شریعت کو نقصان پہنچانے والے چار کردہ

( جناب حبیب رحمان ندوی )

شریعت کے احکام واجب الاتباع ہیں | شریعت کے مخصوص ادا و احکام اور مقرر کردہ حدود و پابندی وہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات، اجتماعیات اور سوسائٹی کی دوسری چیزوں سے متعلق ہر مسلمان کے لیے واجب الاتباع ہیں، ان کی شریعت کا منکر کافر ہے اور مرتد ہو جانے کے جرم میں اگر شرطاً تو بہ مرتد کے ماتحت توبہ نہ کرے اور اسلام کے دائرہ میں واپس نہ آئے تو واجب القتل ہے۔ ان کو جان بوجھ کر مسلسل چھوڑنے والا بھی فقہاء کے آسان سے آسان اقوال کے مطابق لائق تعزیر ہے۔ یہ حکم ان غیر مختلف فیہ احکام کے بارے میں ہے جن میں واضح نص موجود ہے کیونکہ نص کے بعد اجتهاد و قیاس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ضرورت کے وقت اجتهاد ضروری ہے | لیکن وہ فرعی، جزوی اور فقہی احکام جن میں واضح نص نہیں ہے، یا نصوص میں تعدد ہے، یا مختلف توجیہات و آراء ملن ہیں، یا اجتهاد و قیاس کی گنجائش ہے، وہ اس سے خارج ہیں، بلکہ ان میں اجتهاد و تفقہ، بحث و مباحثہ، صحیح طریقہ پر شریعت کی حکمت معلوم کرنا اور علی اختلاف کے ذریعہ صحیح حل تک پہنچانا نہ صرف یہ کہ گناہ نہیں ہے، بلکہ حُسن نیت، اور اجتهاد کی شرط کی موجودگی میں اور ضرورت کے وقت واجب اور ضروری ہے۔ شریعت کی حکمت سے قریب تر صحیح حل پیش کرنے والا غرض قسمت دو ثوابوں کا مستحق ہوگا، اور اجتهادی غلطی کرنے والے کو بھی ایک اجر اس کے حُسن نیت اور سعی و جہد کا ضرور ملے گا۔ یہ اجتهاد اس لیے شرعی و عقلی طور پر ضروری ہے کہ اسلام سب سے آخری پیغام ہے، کمال دین اور تمام حکمت کی شکل میں اس طرح مکمل و محیط ہو چکا ہے کہ اب کسی دوسرے دین کے آنے کا امکان نہیں ہے، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں جن پر آخری شریعت نازل ہو چکی ہے اس لیے اب کسی حقیقی یا مجازی، عقلی یا بروزی، ظاہری یا باطنی نبی کے آنے کا امکان بھی کسی مسلمان کے عقیدہ میں شرعی و عقلی دونوں طریقوں پر ختم ہو گیا ہے۔ اب چونکہ یہ شریعت دائمی ہے اس لیے اس کی نصوص سے جملہ پیش آنے والے سائل میں اجتهاد و قیاس و استنباط کے شرعی طریقوں سے مناسب حل نکالتے ضروری ہیں، کیونکہ زندہ و پائیدار شریعت کی یہی علامت

ہے کہ وہ کسی زمانہ میں کسی مشکل کا بھی حل پیش کرنے سے قاصر و عاجز نہ ہو۔

**محافظین اسلام کی فوج ظفر موج** | ابتدائے اسلام سے آج تک جہاں بے شمار مفسرین، محدثین اور فقہاء و مجتہدین اسلامی عقیدہ و شریعت اور احکام کی حفاظت کرتے رہے، اس کے منصوص اور امر کی پابندی کرتے رہے، اسلام کے دائرہ اعتقاد و عمل سے انہوں نے سرمو تجاوز نہیں کیا اور جدید مسائل کے لیے نص کی عدم موجودگی میں اجتہاد و قیاس کو کام میں لا کر منصوص شریعت کی روشنی میں شریعت کی حکمت کے مطابق احکام نکالتے رہے۔

**دین کے خلاق کام کرنے والے گروہ** | بالکل اسی طرح شروع ہی سے بعض وہ افراد اور گروہ بھی پیدا ہوتے رہے جو دین کے معلوم و معروف عقائد، مقررہ عبادات اور منصوص احکام سے پھیپھا پھڑانے کی کوششیں کرتے رہے مختصر کے ساتھ ان گروہوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ **مدعیان نبوت اور ان کے متبع** | ایک قسم کا گروہ ہے جو زیادہ جرأت و جبارت کے ساتھ مکمل طور پر دین سے بغاوت کرتا ہے۔ یہ نبوت کا دعوے کر دیتا ہے، پورا دجال و کذاب ہوتا ہے اور اس کے متبع اسے ختم نبوت کے واجب الاذعان عقیدہ کے باوجود کسی نہ کسی صورت میں نبی مانتے ہیں۔ مدعیان نبوت میں بھی دو فرقے ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر دیتا ہے۔ دوسرا وہ جو حضور کی نبوت کے ساتھ اپنی نبوت کا اعلان بھی کرتا ہے۔ شرعی و فقہی اصطلاح اور حکم میں ان دونوں کے درمیان مطلق کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ گروہ دو حقیقتیں یکجہلی دین، اتہام نعمت، اہدیت اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے دائمی اور قیامت تک ساری انسانیت کے لیے شامل و کامل دھیلا اور آپ کے رحمتہ للعالمین ہرنے کا منکر ہے۔ اس معاملہ کو سمجھنے کے لیے کسی زیادہ عقلی ریاضت کی ضرورت نہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی دوسرے نبی کے آنے کا امکان ہی اسلام اور رسول اسلام کی ان تمام خصوصیات، امتیازات اور محال و دوام کے جملہ نظریات و اعتقادات کا بطلان ہے۔

۲۔ **معطلین شریعت** | دوسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو دین کے دائرے میں شامل قرار دیتے ہوئے دین کے ثابت شدہ شعائر فرائض اور واجبات اور قوانین اسلام کا منکر ہو جاتا ہے، جیسے نماز یا کسی ایک فرض نماز کی عدم شریعت کا اعلان، زکوٰۃ کے وجوب کا انکار، روزہ اور حج کا انکار، یا سو، سور، خمر، زنا، اور دوسرے محرمات کے جواز کا اظہار، یا شادی بیاہ مہر و طلاق اور میراث وغیرہ کے احکام میں سے کسی بھی شرعی حکم کی عدم شریعت کا اعلان۔ یہ خیال رہے کہ کسی واجب عمل کو پھوٹو دینے یا کسی حرام کام کا ارتکاب کرنے پر گناہ ضرور ہوگا، لیکن اگر مسلمان اس کی حرمت اور وجوب کا قائل ہے تو وہ باوجود گنہگار ہونے

کے اسلام کے دائرہ میں رہتا ہے۔ لیکن خدا کی نازل کردہ حرمت و حلت یا فرائض یا عقائد میں سے کسی چیز کا انکار کر دینے والا بھی پہلے گروہ کی طرح فوری طور پر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۳۔ دل سے نظام اسلامی کے محاسن کا منکر گروہ | تیسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو دل سے اسلامی نظام کا قائل ہی نہیں ہوتا

اور اسلامی نظام حیات میں اسے نقص نظر آتا ہے۔ اسلامی عبادات اسے مذاق معلوم ہوتی ہیں۔ اسلام کا عالمی قانون اس کو غلط اور نظام میراث اسے ظلم نظر آتا ہے۔ اسلام کے اقتصادی نظام پر اس کو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وہ بھلا سود کو یکسر حرام کرتا ہے جب کہ تہذیب حاضر کی رگ و پے میں وہ سہولت کے ہوتے ہیں؟ اسلام کا نظام حدود و تعزیرات تو اسے سب سے بڑی درندگی و وحشت معلوم ہوتا ہے کیونکہ عصر حاضر کے فریب خوردہ تمدن نے اسے چوری، ڈکیتی، قتل و غارت، حرام کاری، اور شراب نوشی کا اس طرح عادی اور گرویدہ بنا دیا ہے کہ سوسائٹی سے ان گندگیوں کے ختم کرنے کا ارادہ ہی اس میں نہیں پایا جاتا، بلکہ اس کی قدریں ہی بدل گئی ہیں۔ بھوٹ اور فریب کا نام سیاست پڑ گیا ہے، چوری اور ڈکیتی، جرائمزدی اور بناوری کا نشان سمجھا جاتا ہے، حرام کاری اور فراحت کا نام فن اور آرٹ ہو گیا ہے۔ الغرض یہ گروہ دل سے نظام اسلامی، قانون اسلامی اور فکر اسلامی کو قرون وسطیٰ کا نظام پارینہ تصور کرتا ہے۔ لیکن زبان و ظلم وہ ان چیزوں کا صاف صاف انکار نہیں کرتا، بلکہ اپنے آپ کو اسلام کا شیدائی اور دوست ثابت کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی کوششیں اس لیے ہیں کہ اسلام کا نام روشن ہو، اسلام کے وہ مسائل جن پر اختیار بنتے ہیں اور مضحکہ اڑاتے ہیں، ان کو ہم اسلام کی محبت و عظمت کی خاطر اور نیک نامی کی خاطر عصر حاضر سے قریب کرنے کے لیے ان میں تاویلات کریں اور مصلحت اور عرف و غیرہ کے نام پر ان میں توافقی پیدا کرنے یا تبدیلی کرنے کی کوشش کریں۔ پھر اس کوشش کے لیے یہ گروہ اجتہاد کی شرطوں کے فقدان، عربی زبان سے ناواقفیت یا عدم مہارت اور اسلامی علوم شریعت میں ضروری معلومات نہ ہونے کے باوجود خود کو بزم خود مجتہد کے منصب پر فائز کر لیتا ہے اور پھر خود ساختہ مسائل و مشکلات کو حل کرنے کے لیے اجتہاد و قیاس کی گھاڑی چلانی شروع کر دیتا ہے۔ اکثر مرقوں پر اسے یہ بھی نہیں ہرتی کہ لا اجتہاد مع انفس و حکم کی موجودگی میں اجتہاد نہیں ہے اور اسی طرح قیاس کی بھی کوئی نجائش نہیں ہے یہ گروہ نئے مسائل ہی کو نہیں بلکہ پڑنے اور شریعت میں مخصوص مسائل کو بھی اجتہاد و قیاس کا تختہ مشق ستم بناتا ہے، اور غلط نتیجے نکالتا ہے۔ اس گروہ کو، جب تک وہ صراحت کے ساتھ نظام اسلامی کو ناقص بغیر کامل اور عصر حاضر کا ساتھ نہ دینے والا زبان و ظلم سے نہ کہے، ہم دین کے دائرے سے خارج قرار نہیں دے سکتے، نہ اس کے لیے سزائے مرتد کا مطالبہ کر سکتے ہیں، نہ اس کے خلاف جہاد واجب کر سکتے ہیں، کیونکہ ہم ظاہر قول و فعل پر عمل کرنے کے مکلف ہیں، اہل کے احوال اور میتوں کے

حُسن و قبح پر فیصلہ کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ البتہ اس کو مناہق کہہ سکتے ہیں۔

۴۔ اخلاص کے ساتھ غلط نتیجے نکلنے والا گروہ | ایک چوتھا گروہ وہ بھی ہوتا ہے جو واقعی انتہائی حُسن نیت اور

اخلاص کے ساتھ اسلامی شریعت، قانون اور نظام حیات کے بارے میں جدید مسائل، دشمنی و غیرہ سے متعلق آراء

کا اظہار کرتا ہے لیکن اس کے نتیجے اس لیے غلط ہوتے ہیں اور نقصان دہ بھی کچھ شرعی، عقلی اور علمی شرطوں کا حامل

نہیں ہوتا۔ اجتہاد کی جو شرطیں ہیں ان میں اخلاص و حُسن نیت صرف ایک شرط ہے۔ اس کے بعد بہت سی

ایسی شرطیں ہیں جن کا وافر حد تک پایا جانا از حد ضروری ہے۔ مثال کے طور پر عربی زبان کو اس کے

اصول و قواعد کے ساتھ جاننا، جملہ تفسیر کے علوم پر دسترس ہونا، حدیث کے علوم کے ساتھ فن حدیث کی اصطلاحوں

سے باخبر ہونا، فقہ کے تمام مذاہب اور اقوال فقہاً وغیرہ پر عبور ہونا، وغیرہ۔ اور یہ بات کوئی اسلامی اجتہاد و علوم

پر فخر اٹھانے سے پہلے ہی ضروری نہیں ہے، اور نہ یہ کوئی ایسی بدعت ہے جسے رحمت پسند علما جدید ریسرچ

اسکالروں کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں، بلکہ دنیا کے ہر علم و فن کے قواعد اس سے کہیں زیادہ سخت ہیں۔ کیا

انتہائی حُسن نیت کے ساتھ کوئی شہرہ آفاق ماہر اور قابل ترین انجینیئر کسی سرجن کی خدمات انجام دینے کا تصور بھی کر سکتا ہے؟

اور اگر دماغی عمل کی بنا پر یا عوام کی دو ٹوٹ اور راستے شماری میں اکثریت حاصل کرنے کے بعد یعنی آپریشن کرنے کے لیے اگر

کوئی گروہ اس کا نام پیش کر دے اور اکثریت سے وہ منظور بھی ہو جائے، اگر وہ کسی آپریشن کی جسارت کرنا چاہے تو کیا دنیا کا

کوئی ماڈرن، ترقی یافتہ، جراثیم سائنس کا دلدادہ شخص یا کوئی ہسپتال اسے اس غیر مناسب کام کے کرنے کی اجازت دے گا

خواہ اس نے اپنے شوق سے سرجری کی کچھ کتابیں اٹھ پلٹ کر دیکھ بھی لی ہوں؟ یا کیا کسی ماہر اور بین الاقوامی ڈاکٹر

سے کوئی وزارت تعمیرات کسی پبلک، ڈیم یا عمارت کا نقشہ بنوانے سے متعلق سوچ بھی سکتی ہے خواہ وہ یورپ و امریکہ کی ساری

معماری ترقی دیکھ بھی چکا ہو، اور فلک بوس عمارتوں کے اندر رہ بھی چکا ہو؟

اس گروہ پر بھی ہم کفر و ارتداد و دُور کی بات ہے فسق کا حکم بھی نہیں لگا سکتے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے

جیسے کوئی شخص تعلیم دین کی شرط کے بغیر تعلیم و تبلیغ کے لیے نہ صرف یہ کہ تیار ہو جائے بلکہ علمائے دین، مفتیان شرع

متین اور مجتہدین امت سے بھی زیادہ اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھنے لگے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر ان سے زیادہ

دین کی صحیح فہم، مصلحتوں، حکمتوں اور شریعت کے تقاضوں کو سمجھنے کا بھی مدعی ہو جائے۔ اور آخری مرحلہ یہاں تک پہنچ جائے

کہ علماء، فضلاء، فقہاء پر کتہ پینی، عیب جوئی، توہین اور دین کا صحیح فہم نہ رکھنے اور حقیقی اسلام کی ترجمانی نہ کرنے کی نہت بھی

لگانی شروع کر دے۔ یا دوسری مثال یہ کہ وعظ و تقریر کی شرعی صلاحیت و اجازت کے بغیر قرآن و حدیث و فقہ میں عبور

حاصل کرنے سے پہلے وعظ اور تقریریں شروع کر دے اور وہ بھی اس دعوے کے ساتھ کہ جو کچھ ان وعظوں میں کہا جا رہا ہے، وہی حق ہے اور اس کے سوا سب باطل ہے، تعلیم دین وقت کا ضیاع ہے، تالیف و تصنیف علمی غرور ہے، وغیرہ۔ یہ سب حرکتیں غلط ہیں، مگر کفر یا فسق نہیں ہیں۔

بہر حال چوتھے گروہ یعنی اخلاص کے ساتھ، لیکن اجتہاد و علم کے شروط کے بغیر اجتہاد کرنے والوں کے اخلاص کی ہم قدر کریں گے لیکن ان کے افعال و اقوال، تقریر و تحریر اور افراط و تفریط کو دین کا جزو ہرگز نہیں سمجھیں گے۔ ان حضرات کے ساتھ کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا، اس کی تفصیل چند سطر بعد پیش کی جائے گی۔

اول الذکر دگرگوہوں کے ساتھ | مدعی نبرت دین میں معلوم بالضرورت اور واجب و محتمل عقیدے کے انکار کی اسلامی حکومت کا طریق کار

مستحل، ادم اور واجب الجہاد ہوتا ہے، اور اس کے اس دعوے پر یقین نہ لیا جائے بھی چونکہ اسلام سے پھر جاتے ہیں اور خلاف اسلام عقیدے کو قبول کرتے ہیں، اس لیے وہ بھی اسلام سے خروج کے ترکب ہوتے ہیں۔ اسی طرح دین میں واجب کسی منصوص فریضہ کا انکار کرنے والے، جیسے نماز کا منکر، یا کسی ایک ناز کی شریعت کا منکر، یا زکوٰۃ کے وجوب کا منکر، یا اسلامی عائلی قوانین کی شریعت کا منکر، یا اسلامی حدود کے وجوب کا منکر، جملہ عنقریب کی شریعت کی حرام کی ہوئی کسی چیز کے حلال اور شریعت کی حلال کی ہوئی کسی چیز کے حرام ہونے کا مدعی بھی دین سے خارج ہو جاتا ہے، اور یہ دین میں معلوم و منصوص حکم ہے۔ کیونکہ جس طرح شریعت کے ایک فریضہ کو فرض کرنے والا خدا ہے بالکل اسی طرح دوسرے فریضہ کو فرض کرنے والا بھی وہی ہے، جس نے ناز فرض کی ہے، اسی نے زکوٰۃ مقرر کی ہے، جس نے شادی بیاہ کے احکام نازل کیے ہیں اسی نے میراث کے حصے مقرر کیے ہیں، جس نے تجارت کو حلال کیا ہے اسی نے سود کو حرام کیا ہے، جس نے شہد کو حلال کیا ہے اسی نے شراب کو حرام کیا ہے، جس نے قصاص و حدود و تعزیرات مقرر کی ہیں اسی نے اقتصادی نظام کی درستی کے لیے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے، جس نے ماں باپ یا بیٹا بیٹی سے شادی کرنے کی ممانعت کی ہے اسی خدا نے مشرک یا مشرک سے شادی حرام کی ہے۔ الغرض جس ذات ستودہ صفات نے طیبات کو حلال کیا ہے اسی ذات بے ہمتا نے تمام اشیائے خبیثہ کو حرام فرمایا ہے۔ اس لیے کسی ایک منصوص حرام چیز کے حلال ہونے اور منصوص حلال چیز کے حرام ہونے کا عقیدہ اسلام سے خروج کے لیے کافی ہے، کیونکہ اس سے خدا کی شریعت میں تفریق اور خدا کا انکار لازم آتا ہے۔

اسلامی حکومت ان دونوں گروہوں کو دین سے خارج کرنے میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتی، اور ان کے ساتھ

وہی طریقہ کار استعمال کرتی ہے جو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام کے مشورے سے مدعیان نبوت، معطلین شریعت اور مانعین زکوٰۃ، سب کو مرتدین کی فہرست میں شامل کر کے سب سے جہاد کا اعلان کیا تھا، اور اس جہاد برحق میں آپ کا یاب ہونے تھے، اور یہی سب سے بڑی دلیل صدیق اکبر کے فیصلہ کی صحت اور آپ کی خلافت کی حقانیت کی تھی، کیونکہ قرآن کے سبب سے بیان میں صاف طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَزِدْكُمْ مِنْكُمْ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (مائده - ۵۴) اے ایمان والو جو تم میں سے پھر جائے (مرتد ہو جائے)، اپنے دین سے تو اللہ ایسی قوم (جماعت) کو لائے گا جن سے وہ محبت کریگا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں کے لیے وہ نرم، کافروں کے لیے سخت ہوں گے، راہِ خدا میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اللہ کثافت والا جاننے والا ہے۔“ اس آیت کی روشنی میں صاف پتہ چلتا ہے کہ صدیق اکبر اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جن مرتدین سے جہاد کیا وہ صحیح تھا اور آپ حق پر تھے، اور شریعت کے کسی جزو کے منکر کے خلاف جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں ایک دلیل ان لوگوں کے خلاف بھی موجود ہے جو نعرہ باندھتے ہیں کہ صدیق اکبر ہی کو مرتد قرار دیتے ہیں۔ عقلی و شرعی دونوں صورتوں میں اگر ایسا ممکن ہوتا تو پھر یقیناً کسی ایسے مومن گروہ یا جماعت کا اتنا نص قرآن کی رو سے ضروری تھا جو غلبہ حاصل کرتی اور ابو بکرؓ اور ان کے ساتھیوں کو شکست دے کر اور ان سے جہاد کر کے اسلام و ایمان کا پرچم بلند کرتی۔ لیکن تاریخ کا بیان اس کے بالکل برعکس ہے اور کسی مومن گروہ نے آپ کے خلاف جہاد نہیں کیا، اور جن بھی مرتدین اور مانعین سے آپ نے جنگ کی اس میں غلبہ حاصل کیا، اور بعض خدا کی مدد کے ذریعے سوسا مانی کے باوجود اپنی کامیابی کے یقین کے ساتھ آپ نے تمام مخالف طاقتوں کا مقابلہ کیا اور سال بھر کی قلیل مدت میں آپ نے جزیرہ عرب کو تمام مرتدین، مدعیان نبوت، معطلین شریعت اور مانعین زکوٰۃ کے فتنوں سے پاک کر دیا۔ یہ بات یقیناً نص قرآنی اور تاریخ کی روشنی میں صحیح ہے اور خلیفہ رسول اللہ کی خلافت پر اجماع امت کے بعد ایک اور زندہ دستہ کی دلیل ہے۔

مرتدین سے جہاد کی شرطیں بھی وہی ہیں جو صدیق اکبرؓ نے واضح کی ہیں اور جن کا اشارہ قرآن پاک میں ملتا ہے یعنی یہ کہ مرتد کو توبہ کی مہلت دی جائے گی۔ صحیح ترین فقہی مذہب یہی ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جائے گی اور اسے سوچنے

اور رجوع کرنے کی ہمت بھی دی جائے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَمَنْ يَرْتَدْ بِنَفْسِهِ عَنْ دِينِهِ فِئْتَةٌ  
 وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولَٰئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاُولَٰئِكَ اَصْحَابُ السَّعِيرِ  
 هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (بقرہ ۲۱۷) ترجمہ آور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا، اور اس حالت میں مراکزہ  
 کافر ہو تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے اور وہ آگ والے ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے۔  
 آیت میں یہ تصریح کہ اس حالت میں مرے کہ وہ کافر ہو اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ اگر وہ کفر سے توبہ کر لے  
 تو اس کی توبہ مقبول ہوگی اور وہ کفر سے اسلام میں داخل ہو سکتا ہے اور آگ سے بچ سکتا ہے اور اس آیت کی  
 روشنی میں فقہائے امت نے بحثیں کی ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ اکثریت کے نزدیک مرتد کی توبہ مقبول ہوگی اور اس  
 کو ہمت بھی دی جائے گی۔ یہ قول اسلام کی عدالت، جہنم سے بچانے اور سلامتی میں داخل کرنے کی صلاحیت، قرآن  
 میں توبہ و مغفرت کے عام اصولوں کے موافق بھی ہے اور صدیق اکبرؓ کے عمل سے بھی ثابت و مستون ہے۔ آپ نے  
 مرتدین کے تمام گروہوں کے پاس جب فوج ارسال کی تھی تو توبہ کی شروط اس طرح واضح طور پر لکھ کر ارسال کی تھیں  
 میں تمہارے پاس یہ فوج ارسال کر رہا ہوں اور میں نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی سے جنگ اس وقت تک نہ کی جائے جب  
 تک اس کو خدا کی طرف دعوت نہ دی جائے۔ جس نے اس دعوت کو قبول کیا، اسلام کا اقرار کیا اور ارتداد سے باز  
 آیا اور عمل صالح کیا اس کی توبہ مقبول کی جائے گی اور اس کی مدد کی جائے گی۔“ (تاریخ طبری ۳-۲۵۱)۔ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت  
 ہے کہ جس کسی نے بھی توبہ کی اور دین کی طرف رجوع کیا صدیق اکبرؓ نے اور آپ کے سپہ سالاروں نے اس کی توبہ مقبول کی اور اسلام  
 کا دروازہ اس کے لیے کھولے رکھا۔ بلکہ یہی کہتے ہیں کہ اسلام کی دعوت ہی کے لیے آپ نے جہاد کیا تاکہ وہ لوگ دوبارہ اسلام کے  
 نکلے نظام میں داخل ہو جائیں۔ اکثر صدیق اکبرؓ کے کاتب اور احکام میں یہ جملہ بھی ملتا ہے کہ اسلام کے سوان سے اور کرنی  
 چیز قبول نہیں کی جائے گی یہ صاف اس بات کی طوط اشارہ کرتا ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور دوسری طرف یہ اس  
 حقیقت کا اعلان بھی ہے کہ دین میں تجزیہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک ٹکڑی ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ مضبوط طریقہ پر مربوط ہے۔  
 یہ ممکن نہیں ہے کہ ادھورا اسلام قبول کیا جائے۔ ناز قبول کر لی جائے اور زکوٰۃ نہیں۔ توبہ کی قبولیت اور اسلام میں  
 داخل ہوجانے کی دعوت اتنی عام تھی کہ غزیر کعبے مشہور مدعیہ نبوت سبحان بنت الحارث بن سؤید بن عقیان التمیمی نے  
 جب دعوت نبوت چھوڑ کر دوبارہ اسلام قبول کر لیا تو طبری کی روایت میں ہے کہ ”اس کا اسلام اچھا ہو گیا تھا“  
 (تاریخ طبری ۳-۲۷۵)۔ ابن اثیر نے اپنی ایک روایت میں مزید یہ تصریح بھی کی ہے کہ ”وہ تغلب میں تھی تا آنکہ  
 حضرت معاویہؓ نے عام الجملہ میں ان کو کعبہ منتقل کیا۔ بنی تغلب کا اسلام اچھا ہو گیا تھا، اور سبحان بھی مسلمان ہو کر

ابھی مسلمان بن گئی تھی، بصرہ میں اس کا انتقال ہوا اور سمرقند بن جندب والی رگوزن (بصرہ) نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی  
 (۲۵۰-۲۵۱)

جملہ مختصر یہ کہ کسی معلوم بالضرورت اور مخصوص اسلامی عقیدہ کا انکار، یا دعوت، جیسے خدا یا نبی کا انکار، یا  
 اہلبیت و نبوت کا دعوت کرنے والا، یا شریعت کے جملہ احکام کو معطل کرنے اور نہ ماننے والا، یا شریعت کے کسی واجب  
 یا حرام چیز کی حرمت یا حلت کا دعوت سے دار اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور حکومت وقت پر اس کے خلاف جہاد  
 اس صورت میں واجب ہو جاتا ہے جب کہ وہ ہمت کے باوجود اسلام کی طرف رجوع نہ کرے اور توبہ نہ کرے۔

آخر الذکر دو گروہوں کے ساتھ | اگر اسلامی حکومت قائم ہو، اور اسلامی حاکم (خلیفہ) اسلامی اصولوں کی بنیاد  
 پر حکومت کرتا ہو، اور اسلامی شوریٰ کا نظام قائم ہو تو آخر الذکر دو گروہوں  
 اسلامی حکومت اور علماء کا رویہ

کا وجود ہی نہ ہو۔ کیونکہ اسلامی نظام میں اسلامی افکار اور خصوصاً اسلامی قانون سے متعلق امور قرآن و حدیث و فقہ کے  
 افاضل، مجتہدین امت اور قاضی رنج، ہی بیان کریں گے۔ اور جب تک ان میں شروط اجہاد نہ پائی جائیں یا کم از  
 کم وہ اسلامی علوم سے خاطر خواہ فیض یاب نہ ہوں ان سے خالص اسلامی قانونی مسائل میں کوئی مشورہ ہی نہ لیا جائے گا،  
 خواہ وہ بدیہی اور عدم اخلاص سے یہ کام کرنا چاہیں یا حسن نیت اور اخلاص سے۔ اور یہ کوئی ظلم و ستم نہ ہوگا اور  
 نہ اسلامی فکر کو علماء و فقہاء کے گروہ میں محصور کر دینے والی تہمت اس پر صادق آئے گی۔ بلکہ یہ خالص ایک علمی و عقلی  
 بات ہوگی۔ آج بھی دنیا کی بڑی سے بڑی جمہوری اور عوامی حکومتیں جو عوام کے نام اور حریت کی اقتدار  
 پر قائم ہیں جب کوئی قانونی مسئلہ سوچتی ہیں تو سب سے پہلے قانون کے ماہرین، ججوں اور وکیلوں کی خدمات حاصل  
 کرتی ہیں۔ آپ نے بھی یہ دیکھا ہوگا کہ کسی جمہوری ملک میں جب قانون فوجداری بننے لگے تو عوامی حقوق اور فہم  
 انسانی میں برابری وغیرہ کے نعروں اور دعوؤں کے پیش نظر ججوں اور وکیلوں کے بجائے شاعروں سے مدد مانگی گئی  
 ہو چاہے کہ وہ غالب، میر، اقبال، ٹیگور، ٹکسیر، ورجل، ہومر، ہوگو اور فردوسی ہی کیوں نہ ہوں۔ یا جب  
 قانون ویرانی کی تشکیل کا وقت آئے تو ڈاکٹروں کو اس کام کی دعوت دی جائے چاہے وہ بقراط، جالینوس، ابن سینا،  
 ابن نفیس ہی کیوں نہ ہوں۔ یا اقتصادی نظریات اور مسائل کے لیے کوئی شخص آدم سمٹھ، مل، کینز وغیرہ کی کتابیں چاہے  
 وہ تنقیدی حیثیت سے ہی سے ہوں پڑھنے کے بجائے سائنسدانوں کے علوم پڑھنا شروع کر دے چاہے وہ گلیلو، کوپرنیکس،  
 نیوٹن اور آئنسٹائن ہی کیوں نہ ہوں۔

جملہ مختصر یہ کہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ہر علم و فن کے لیے کچھ شرطیں ہوتی ہیں اور طویل عمر ان علوم



میں گزارنے کے بعد بھی انسان ان پر پوری طرح قادر نہیں ہو پاتا، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی بھی علم میں بغیر صحیح معلومات کے دخل اندازی کرے، یا یہ دعوے کر دے کہ جنہوں نے اپنی عمریں کسی موضوع یا علم میں گزاری ہیں وہ اس کو صحیح نہیں سمجھتے اور میں اس کو صحیح سمجھتا ہوں۔ اس قسم کا دعوے کسی بھی علمی اور ریسرچ کے موضوع میں کرنے والے کو پاگل ہی تصور کیا جاسکتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر، انجینئرنگ میں سارے انجینئروں سے زیادہ، یا اس کے برعکس کوئی انجینئر ڈاکٹری میں سارے اسپیشلسٹ ڈاکٹروں سے زیادہ معلومات اور صحیح نتیجے، نعتے اور امراض کی تشخیص کا مدعی ہو جائے تو یقیناً عقل اور ہوش و حواس کی موجودگی میں کوئی شخص ان کے اس دعوے کو صحیح ماننا تو دُور کی بات ہے سنا بھی گرا کر لگے گا۔

بہر حال چونکہ خلیفہ اسلامی خود بھی مجتہد ہوتا ہے اور علماء و فقہاء اس کی مجلس شوریٰ میں ہوتے ہیں اس لیے کسی بھی فقہی اور قانونی مسئلہ میں اپنی سے راستے اور مشورہ لیا جائے گا اور جن کے پاس ان موضوعات میں اجتہاد کی صلاحیت نہ ہوگی یا غیر متعلق ہوں گے ان سے کسی قسم کا مشورہ لیا جائے گا اور نہ ان کو دین کے بارے میں اندازہ اور تخمینہ سے گفتگو کرنے کی اجازت ہوگی، اور اس طرح یہ دونوں گروہ صحیح اسلامی حکومت کی موجودگی میں پائے ہی نہیں جائیں گے۔

اسلام علماء و فقہاء کے طبقہ کے لیے مخصوص نہیں ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایک اہم نکتہ واضح کر دوں۔ وہ یہ کہ اس قسم کے جملے کہ ”اسلام کسی خاص طبقہ یا گروہ کے لیے مخصوص نہیں“ یا ”اسلام صرف علماء

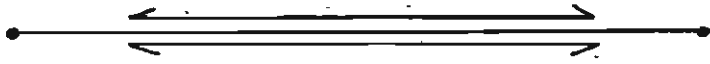
و فقہاء کی میراث نہیں ہے“ اکثر سننے میں آتے ہیں۔ یہ ایک حیثیت سے صحیح بھی ہیں، اور ان کا مقصد یہ ہے کہ اسلام میں یہ تفریق نہیں ہے کہ کاہن اولاد یا راون کے لیے کچھ خاص احکام ہوں اور عوام کے لیے کچھ دوسرے احکام، یا علماء، فقہاء اور بزرگ خدا اور بندوں کے درمیان ایسا واسطہ ہوں کہ ان کے بغیر انسان دعا مان کر سکتا ہو، اور جنت کا ٹکٹ نہ حاصل کر سکتا ہو۔ خدا بھلا کرے فقہاء کا۔ تشریحی نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جن لوگوں کی گواہی قبول نہ ہوگی ان میں ایک وہ شخص بھی ہے جو الہام کو علم میں حجت ماننا ہو۔ کیونکہ وہ اس بنیاد پر کسی کے خلافت گواہی دے سکتا ہے۔ ”رہبوس جلد ۱۶، کتاب الشہادات)۔ سبحان اللہ یعنی اسلام میں الہام، باطن وغیرہ کے نام پر علماء کو اپنی من مانی کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور حجت صرف کتاب و سنت کے ظاہری اقوال ہیں جن کی روشنی میں استنباط و اجتہاد کرنے کے وہ لوگ مجاز ہیں جو اس کی صلاحیت رکھتے ہوں اور جب اس کی ضرورت ہو۔ اس لیے اسلام میں یہ نہیں ہے کہ عوام کے لیے پانچ نمازیں ہوں اور علماء کے لیے تین، یا عوام شریعت پر چلنے کے مکلف ہوں اور خواص اس کے مکلف نہ ہوں، بلکہ شریعت کے نام پر شریعت کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی انہیں اجازت ہو، یا دینی تعلیم اور علوم سے کسی کو یہ کہہ کر روک دیا جائے کہ تم عالم کے بیٹے نہیں ہو، یا تم فلاں ذات سے تعلق رکھتے ہو، اور علم شریعت نہیں سیکھ سکتے۔ مطلب یہ ہوا کہ عمل کا دائرہ اسلام

میں سب کے لیے برابر ہے اور علم حاصل کرنے کی ترغیب ہر ایک کو دی گئی ہے اور اس کا دروازہ ہر ذات اور ہر قبیلے اور ہر قوم کے لیے کھلا ہوا ہے۔ لیکن اگر اس کا مطلب کوئی یہ نہ کرنا چاہے کہ علماء و فقہاء کے علاوہ سب کو اسلام کی ترجمانی، اجتہاد، فتویٰ، تعلیم و تدریس کا حق ہے، اور غیر عربی زبان جلتے اور بلا علم حاصل کیے ہوئے متفق علیہ مسائل کو چھوڑ کر مختلف فیہ اور علمی مسائل میں مشرور دینے اور لوگوں کو سکھانے کا انہیں حق ہے تو یہ ایک غلط اور نقصان دہ بات ہے اور اس سے فائدے معدوم اور فتنے ممتنع ہیں۔ ہر مسلمان کو دین پر عمل کرنے کا نہ صرف حق ہے بلکہ یہ اس پر فرض ہے اور اگر تحقیقی علم نہیں رکھتا تو علماء سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد وہ شریعت پر عمل کرنے کا مکلف ہے۔ لیکن اسلام کی ترجمانی، تدریس، افتاء، قضاء یہ سب وہ مناصب ہیں جن کے لیے کچھ شرط، اصول، مسائل، واجبات اور سنن ہیں۔ جب تک انسان ان کا حامل نہ ہو شرعی و عقلی طور پر اسے ان پر فائز نہیں کیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر کسی شخص کو سورہ فاتحہ اچھی طرح یاد نہ ہو تو اس کو امامت کے لیے کیسے آگے بڑھایا جاسکتا ہے؟ یا کسی کو فقہ پر عبور نہ ہو، اور فتویٰ دینے کا وہ اپنے آپ کو مجاز سمجھنے لگے، حدیث کی حسن و قبح اور ضعیف و موضوع کا، نیز قرآن کے ناسخ منسوخ، خاص و عام، مطلق و مقید اور دوسرے موضوعات کا مطلق علم نہ ہو، اور وہ بلا تکلف تقریریں کرنے لگے اور وعظ کی خدمات ادا کرنے لگے، یا تفسیر فی الدین کی بنیادی شرط اس میں نہ پائی جاتی ہو، اور وہ دین میں صرف اپنے آپ کو حق پر اور دوسروں کو باطل پر تصور کرتے لگے۔ ان سب متذکرہ بالا صورتوں میں صرف اس کی عقل کا فتور و قصور ثابت ہوگا، علماء و فقہاء و محققین و مجتہدین کی اس طرح نہ شان گھٹ سکتی، اور نہ ان کے تاریخی، علمی کارناموں اور اسلام کی حفاظت و دفاع و تبلیغ و اشاعت کی عظیم المثل اور شاندار کوششوں پر پانی پھیرا جاسکتا ہے، اور نہ اسلام کی ترجمانی کا شرعی و فقہی حق ان سے چھینا جاسکتا اور نہ کسی دوسرے کو دیا جاسکتا۔ کاش سب سے صدر پاکستان فیڈ مارشل ایوب خان صاحب اپنی کتاب میں اس موضوع پر خام فرسائی کرنے سے قبل اس بدیہی حقیقت پر غور کر لیتے، اور کاش سارے اسلامی صدر، وزراء، قانون دان، پارلیمنٹ، تشریحی ادارے، جدید تعلیم یافتہ حضرات اس واضح اور سورج سے زیادہ روشن بات کو سمجھ لیں کہ اسلام کسی طبقہ کے لیے نہ مخصوص ہے اور نہ اس کی میراث و جاگیر، لیکن قانون اسلامی کے لیے اسلامی قانون کے ماہرین ہی کی مدد لی جائے گی جس طرح کسی بھی علمی موضوع کے لیے اس کے ماہرین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ اگر حسنینیت کے ساتھ اسلامی خدمت کا جذبہ کار فرما ہو تو انہی واضح بات سمجھ میں آئی کوئی مشکل بھی نہیں۔

علمائے اُمت کا کام | جیسا کہ بیان کیا جا چکا اگر صحیح اسلامی حکومت قائم ہو تو اول الذکر دونوں گروہوں کو حق کی طرف واپس لانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے اور زبان و قلم سے آگے بڑھ کر اس معاملے میں مثبت و سنان استعمال کرنے

سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ اور آخر لاکھوں گروہ وجود ہی میں نہ آئیں، اور اگر کسی طرح پیدا ہو بھی جائیں تو بہت جلد ان کا اثر ختم ہو جائے۔ لیکن جب خلیفہ موجود نہ ہو، یا صحیح اسلامی حکومت قائم نہ ہو، یا جہاں اسلامی اکثریت ہی نہ ہو، الغرض یہ کہ کسی بھی دوسرے دین و شریعت کو نقصان پہنچانے والے یہ گروہ نمودار ہو جائیں تو اس صورت حال میں امت کے علماء، فقہاء اور شریعت کے محافظین کا یہ فریضہ ہو جاتا ہے کہ وہ صحیح اسلامی عقیدہ کا پرچار کریں، اور دین میں اصولی اور بنیادی عقائد، توحید، نبوت وغیرہ کی واضح تشریح کریں اور شریعت کے کئی احکام اور دائمی ضرورت اور شریعت کے کسی حکم کے انکار سے پوری شریعت کے انکار کی کیفیت کو کھول کر بیان کریں تاکہ امت اولی الذکر دو گروہوں کے شر سے محفوظ ہو جائے اور یہ بات اس پختلا، شرعاً علم الیقین کے درجہ تک واضح ہو جائے کہ اسلام آخری دین ہے اور کمال دین اور تمام نعمت کے بعد اب نہ کوئی دوسرا دین نازل ہو سکتا، نہ کوئی دوسرا رسول اور نہ کوئی دوسری شریعت نیز علماء کو آخر لاکھوں گروہوں کے نقصان سے امت کو بچانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ زندگی کے نئے سے نئے مسائل و مشکلات کے حل اور علاج کے لیے شریعت کے مخصوص احکام کی موجودگی میں قیاس و استنباط و اجتہاد کے ذریعہ شریعت کی حفاظت و بقا اور جدت، تازگی اور ارتقا کا سامان پہنچائیں۔ جو الحمد للہ اہل علم و اجتہاد پوری کوشش و محنت کے ساتھ تمام دنیا میں کر رہے ہیں، جس کے لیے وہ یقیناً امت کی طرف سے مشکور اور خدا کی طرف سے ماجور ہوں گے کیونکہ کسی بھی زندہ اور پابندہ شریعت کی علامت یہی ہے کہ تاقیامت کسی بھی موجودہ یا متوقع ضرورت، مشکل یا مسئلہ کا حل پیش کرنے سے وہ عاجز نہ ہو، اگر خدا نخواستہ کسی مشکل کا حل شریعت کی روشنی میں کوئی نہ کر سکے تو شریعت کے مجر و قصور کی دلیل نہیں بلکہ اس شخص کے مجرور و رجیمیت، یا تحرور و آزادی کی دلیل ہے، شریعت معلومہ زندہ اور متحرک شریعت ہے اور خالق انسان و کائنات کی اتاری ہوئی ہے اس لیے تاقیامت انسان کی ہر ترقی اور کائنات کی ہر تبدیلی کا ساتھ دینے کی وہ صلاحیت رکھتی ہے اور جس طرح سورج کی روشنی اور حرارت کسی بھی سائنسی دور میں اپنی اہمیت اور ضرورت میں کمی نہیں پاتی اسی طرح شریعت کی روشنی اور نور تاقیامت ہر دور میں انسانیت کی صحیح رہنمائی کرتی رہے گی اور اس کو روشنی کا منار بن کر صراطِ مستقیم کی نشان دہی کرتی رہے گی، علمائے فقہ و شریعت کا کام یہ ہے کہ شریعت و فقہ کے استدلالی اصولوں اور عصر حاضر کے علمی طریقوں کے امتزاج کے ساتھ ان گروہوں پر مخصوص الہیبہ کی تقییت، احکام الہیبہ کی فرضیت، حدود الہیبہ کا وجوب اور شریعت الہیبہ کی فوقیت ثابت کر دے۔ تنہیکین کے اعتراض و اقوال اگر حُجُنِ نیت اور اخلاص کے ساتھ ہوں گے تو وہ عقل و منطق اور دین و شریعت کی اس محبت بالفکر منکر کو دور ہو جائیں گے، اور ساتھ ہی ساتھ حیران و پریشان عوام بھی شریعتِ حق کی تمام خوبیوں، ہر زمانہ کا ساتھ دینے والی صلاحیت، عدلی و عدالت

دوڑوں سے متصف ہونے کی خصوصیت، اور تمام انسانی قوانین پر فوقیت کا اندازہ خود صرف عقائد ہی تعبدی طور پر ہی نہیں بلکہ عقلی و علمی طور پر بھی کر لیں گے، اور بیسویں صدی کی سائنسی دنیا میں اور علم و ریسرچ کے ماحول میں شاید دین اسلامی اور شریعت الہیہ کی یہ سب سے بڑی، پائیدار اور نفع بخش خدمت ہو۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔



## اسلامیات کے طلباء اور علمی ذوق رکھنے والوں

### کے لیے۔۔۔۔۔

## تقسیم القرآن کے اجزاء

۸۲۲۵	_____	سورۃ الفاتحہ۔ سورۃ البقرہ
۲۲۲۵	_____	سورۃ المائدہ
۲۲۷۵	_____	سورۃ یوسف
۶۲۰۰	_____	سورۃ النور
۱۶۶۰	_____	سورۃ لقمان
۴۲۵۰	_____	سورۃ الاحزاب
۲۲۰۵	_____	سورۃ انفج
۲۲۲۰	_____	سورۃ الحجرات
۱۲۹۰	_____	سورۃ الرحمن

علمی و علمی ذوق رکھنے والوں کے لیے

ادارہ ترجمان القرآن، اچھرہ۔ لاہور